بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

امامتِ زن کے واقعہ کا پس منظر اور مقصد

۱۸/ مارچ ۲۰۰۵ء کو نیویارک کے ایک چرچ میں ڈاکٹر امینہ ودود نے جمعہ کی خطابت اور اس کے بعد نماز کی امامت کرا کے ذرائع ابلاغ میں ایک نئی بحث کا آغاز کر دیا۔ اس سے اگلے جمعے ۲۵/ مارچ کو کینیڈا میں بھی سلیمہ علاؤ الدین نامی ایک عورت نے جمعہ کے ایسے ہی ایک اجتماع کی امامت وخطابت کی۔ پہلے اجتماع میں ۱۲۰ اور دوسرے میں ۲۰۰ کے لگ بھگ مرد و زَن نے شرکت کی۔ شرکت کے متمنی مرد وزن کی پہلے رجسٹریشن کی گئی اور اس اجتماع کے لئے مختلف مساجد سے رابطہ کیا گیا لیکن کسی جگہ اجازت نہ ملنے پر نیویارک کے قلب میں واقع چرچ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جمعہ جیسے اسلامی شعار کی ہرزہ سرائی اور امامت جیسے نبویؐ منصب کی توہین پر مبنی اس پروگرام پر مسلمانوں کی طرف سے مزاحمت کا خطرہ تھا، اس لئے نیویارک پولیس کے پہرے میں یہ ڈرامہ ہوا۔ اس واقعہ کے بارے میں چھپنے والی تصاویر اور خبروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ کے ایسے نرالے جمعہ کی ادائیگی کا اشتیاق رکھنے والوں سے زیادہ وہاں میڈیا کے نمائندوں کا ہجوم تھا جو ہر ہر لمحے کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کر رہے تھے، دنیا بھر کے اخبارات میں ان تصاویر کو مختلف زاویوں سے شائع کیا گیا، حتیٰ کہ پاکستان کے ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل نے تو اس کی فلم بھی چلا دی۔

جہاں تک خطابت اور امامت کی تفصیلات کا تعلق ہے تو اس میں بھی بہت سے انقلابی اقدامات کئے گئے۔ سب سے پہلے تو یہ خطبہ جمعہ اور اس کی نماز ایک چرچ میں ہوئی، پینٹ شرٹ پہنے ایک لڑکی سہیلہ نے اذان دی اور اسلامی تعلیمات پر نظر ثانی کی داعی ڈاکٹر امینہ ودود نے امامت اور خطابت کی، نماز بھی انگریزی زبان میں پڑھائی گئی جبکہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں عورتوں کے علاوہ مرد بھی شامل تھے، مردوں اور عورتوں کی مخلوط صف بندی

© rasailojaraid.com

کرائی گئی گویا نماز کے لئے کھڑی کی جانے والی یہ صفیں عورتوں اور مردوں کو شانہ بشانہ کھڑے کرنے کی حقیقی منظر کشی کر رہی تھیں، تصاویر کے مطابق خواتین شرم وحیا سے عاری چست مغربی لباس پہنے ہوئی تھیں۔ نماز میں خواتین کے لئے سر ڈھانپنا فرض ہے، لیکن ننگے سر پڑھی جانے والی یہ نماز تو ربّ ِکریم کے احکامات کے کھلے استہزا کا منظر پیش کر رہی تھی، اسلام خواتین کو مردوں کی موجودگی میں حجاب اور چہرہ ڈھانپنے کی تلقین کرتا ہے، لیکن اس کی پابندی کی بھی نہ مقتدیوں کو توفیق ہوئی، نہ امامہ صاحبہ کو۔ دورانِ خطبہ ڈاکٹر امینہ نے قرآنِ کریم کی تفسیر کو اپنے پاؤں میں رکھا۔ گویا بظاہر نماز ایسی اسلامی عبادت کی ادائیگی اپنی تفصیلات سے اعتبار سے سرتاپا اسلامی احکامات سے انحراف اور ان کے مذاق اُڑانے کے لئے مخصوص تھی۔

اس واقعے کی روحِ رواں اسریٰ نعمانی نامی ایک بھارتی نژاد عورت ہے، جس کے والدین عرصہ ہوا، امریکہ میں اقامت اختیار کر چکے ہیں۔ تصاویر میں بھی اسریٰ نیویارک میں امامت کے اس واقعہ کی ہدایات دیتی ہوئی صاف نمایاں ہے۔ یہ عورت پانچ سالوں سے اس نوعیت کے کئی ایک واقعات کی قیادت کر چکی ہے۔ ویسٹ ورجینیا میں چند سال قبل وہ ایک مسجد میں اپنے جیسی حیاباختہ عورتیں لے کر گھس گئی اور مردوں کے شانہ بشانہ نماز پڑھنے کی کوشش کی، انتظامیہ کے روکنے پر اس نے امریکی عدالت سے رجوع کیا اور امریکی عدالت نے اس کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو اجازت نامہ عطا کر دیا۔ اس کا معمول رہا ہے کہ وہ کسی بھی مسجد میں عورتوں کے ساتھ گھس کر کوئی نہ کوئی بدتمیزی برپا کئے رکھتی ہے اور امریکی پولیس عدالتی حکم کی بنیاد پر ہمیشہ اس کے معاون ومحافظ کا کردار ادا کرتی ہے۔ ڈاکٹر امینہ ودود اور اسریٰ نعمانی دونوں ویسٹ ورجینیا میں رہتی ہیں اور چونکہ وہاں کی بہ نسبت نیویارک میں اس فتنے کی تشہیر کے زیادہ مواقع ہیں، اس لئے بطورِ خاص اُنہوں نے نیویارک کا انتخاب کیا۔ اسریٰ نعمانی اپنے آپ کو برصغیر کے معروف عالم مولانا شبلی نعمانیؒ کی نواسی بتاتی ہے اور ایک ناجائز بچے کی ماں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اس بچے کا نام بھی اس نے شبلی رکھا ہے۔ اسلام اور پاکستان کے خلاف بھی اس کا کردار کافی گھناؤنا ہے جس کی تفصیلات کے لئے ہفت روزہ 'ندائے ملت' میں دوقسطوں میں شائع شدہ مضمون کا مطالعہ کریں۔ (۳۰/مارچ تا ۶/اپریل ۲۰۰۵ء)

www.KitaboSunnat.com

خود کو مسلمان ظاہر کرنے والی عورت اسریٰ نعمانی کے اسلامی احکامات کی پیروی کا یہ عالم ہے کہ وہ برملا کہتی ہے کہ ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ گلے ملنے میں کوئی ممانعت نہیں، اجنبی مرد و زن کا ملنا ایسا ہی ہے جیسے اس کا بھائی اسے گلے ملتا ہے۔ خطبہ جمعہ اور امامت کرانے کے ڈرامے کے بعد اس نے اپنی پریس کانفرنس میں کہا کہ ''ہم اسلام کو اکیسویں صدی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کریں گے اور خواب کو حقیقت میں بدلیں گے۔''

(کالم 'نیا فتنہ'، روزنامہ انصاف: ۵/اپریل)

خاتون کالم نگار محترمہ طیبہ ضیا اپنے کالم 'عورت کی امامت' میں لکھتی ہیں:

''اسریٰ نعمانی 'عورت اور اسلام' کے نام سے ایک کتاب کی مصنفہ ہے۔ اس کی دوسری کتاب جنس پرستی کے بارے میں ہے جس کا لب لِباب یہ ہے کہ مرد و عورت بے لباس رہیں تو جنسی تفریق مٹ جاتی ہے اور ہندوستان میں جوگیوں اور سادھوں کی تربیت میں وہ اس مفروضہ کی پریکٹس بھی کرتی رہی ہے۔ بقول اس کے وہ ایک ناجائز بچے کی ماں ہے جس کا نام اس نے اپنے دادا کے نام پر شبلی رکھا ہے۔ اپنے بیٹے کو گود میں اُٹھائے پھرتی ہے اور فخریہ واعلانیہ اپنے اس فعل کو بھی اسلام کی آزادی ہی قرار دیتی ہے۔

ان نفسیاتی بیمار عورتوں میں ایک بے نظیر بھٹو کی قریبی دوست شمع حیدر بھی مردوں کے شانے سے شانہ ملائے کھڑی تھی۔ بے نظیر جب بھی امریکہ آتی ہیں، ہم نوالہ وہم پیالہ اور اور اسلام سے بعد رکھنے والے اپنی اس دوست شمع حیدر کے ہاں ہی قیام کرتی ہیں۔''

◉ سیاہ فام افریقی نژاد ڈاکٹر امینہ ودود پاکستان میں تو زیادہ متعارف نہیں لیکن اسلام اور خواتین کے بارے میں اپنے منحرف کردار کی بنا پر عالمی میڈیا میں کافی شہرت رکھتی ہے۔ اسلامیات کی پروفیسر ہونے کے ناطے اسلام کی کوئی خدمت انجام دینے کی بجائے وہ اسلام کے بارے میں آئے روز نئے تصورات پیش کرتی رہتی ہے۔ جمعہ کے خطبہ کے آغاز میں اس نے کہا کہ

''اس طرح کے اجتماعات کے ذریعے ہم (خواتین) اسلام میں اپنے حقوق کو حاصل کرنے کی طرف پیش قدمی کریں گی، کیونکہ امامت اسلامی عبادات کا اہم منصب ہے۔ ہم محراب ومنبر کو مردوں کے قبضے سے چھڑا کر اسلام کی خدمت کریں گے۔'' (تعمیر افکار: مئی ۲۰۰۵ء، ص ۳۹)

© rasailojaraid.com

امینہ کے خیالات کا جائزہ لینے کے لئے ہم نے اس کی انگریزی کتاب 'قرآن اور عورت ایک خاتون کے نقطہ نظر سے از سرنو مطالعہ' کا سرسری جائزہ بھی لیا ہے۔ اس کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے :

''اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں قرآن کی تفاسیر خالصتاً مردوں کے قلم سے معرضِ وجود میں آتی رہی ہیں، یہی ان کے دوسری قوموں سے پیچھے رہ جانے کا سبب ہے۔ امینہ ودود پہلی عورت ہے جنھوں نے قرآن کا نئے سرے سے مطالعہ کیا ہے اور قرآن سے اُٹھنے والی نسوانی آواز کو شکوک کے دھندلکوں سے آزاد کیا ہے۔ ترقی پسند مسلمان عرصہ دراز سے یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن کی رائج تفاسیر اصل دین اسلام کو نہیں بلکہ ایک خاص نقطہ نظر کو قرآن کے مفہوم کے طور پر پیش کررہی ہیں جن کی وجہ سے عورتوں کے حقوق غصب ہو رہے ہیں۔''

(My-Muslim.com کوالا لمپور، ملائشیا، ۲۰۰۱ء)

امینہ کا فلسفہ یہ ہے کہ قرآن کی کوئی بھی تفسیر حتمی نہیں ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ قرآن کے متن نے نہیں بلکہ اس کی تفاسیر نے عورت کے کردار کو محدود بنا کر رکھ دیا ہے اور یہ تفاسیر قرآن کے اصل متن سے زیادہ اہمیت اختیار کرگئی ہیں جبکہ یہ تمام تفاسیر مردوں کی لکھی گئی ہیں۔ ان میں غلط طور پر عورت کو ایک بے آواز مخلوق بنا دیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر نے جدید دور کی عورت کے لئے قرآن کو زیادہ بامعنی بنا دیا ہے۔ قرآن کی تفسیر معاشرتی تبدیلیوں کو پیش نظر رکھ کر ہونی چاہئے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اُس نے قرآن کے اصل مطالب تک رسائی کے لئے قرآن کے متن، عربی لغت اور گرامر کے اُصولوں اور قرآن کی عمومی ہدایت کو پیش نظر رکھا ہے۔

ڈاکٹر امینہ حدود کی سزاؤں کی مخالفت کرتی اور کہتی ہے کہ قرآن میں ہاتھ کاٹنے کی سزا یا بیوی کو مارنے کی اجازت درست نہیں ہے۔ وہ امریکی معاشرے کو ایک مثالی معاشرہ قرار دیتے ہوئے مسلمان عورت کو میدانِ عمل میں آنے کی دعوت دیتی ہے :

''دورِ جدید کے تقاضوں نے عورت کو یہ مینڈیٹ دیا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کے لئے قدم بڑھائے، اپنی شناخت، ترقی اور انسانی بہبود کے لئے ان تمام اقدامات کے خلاف جدوجہد کرے جن کی وجہ سے اس کے کردار کو متعصب طریقے سے مسخ کیا گیا ہے۔

میری تحقیق قرآن میں صنفی امتیازات کے گرد گھومتی ہے۔ میرا مقصد جنس کی بنیاد پر غیر

مساویانہ سلوک کا خاتمہ ہے۔ میری جدوجہد عورتوں کے خلاف تشدد آمیز رویوں، عورتوں کو دوسرے درجے کا انسان سمجھنے اور زدوکوب کے خلاف ہے۔''

مفسرین پر الزام عائد کرتے ہوئے ڈاکٹر امینہ لکھتی ہے:

''اگر آپ قرآنی آیات پر تحقیقی نظر ڈالیں تو اس میں عورت مرد کی مساوات اور آزادی خیال کے امکانات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ بعض جگہ صراحت سے اور کہیں اشاروں کنایوں سے لیکن مفسرین نے ان کو مسخ کرکے، ان کی غلط تشریحات اپنا کر، جانب دارانہ تفسیریں تحریر کی ہیں۔'' (امینہ سے انٹرویو، مارچ ۲۰۰۲ء)

امینہ ودود کے ان اقتباسات سے اس کے منحرف خیالات اور جدید تہذیب سے مرعوبیت کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ اس کی نظر میں قرآن کی کوئی تفسیر انصاف پر مبنی نہیں ہے نیز اسلامی معاشروں میں چلے آنے والے عورت کے کردار سے بھی وہ مطمئن نہیں بلکہ وہ مغربی عورت کی طرح مسلم عورت کو بھی کارزارِ زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ لانا چاہتی ہے۔

پس منظر اور مقاصد

امامت کے اس واقعہ کا پس منظر خالصتاً سیاسی ہے جو عالمی سطح پر جاری اس بحث سے ملتا ہے جس میں تہذیبی میدانوں میں عورت کے کردار کو بڑھانے کی کوششیں کئی سالوں سے جاری ہیں۔ جدید تحریکِ نسواں کے پیش نظر عورت کو گھر کی چاردیواری سے باہر نکالنے اور اسے شمع محفل بنانے پر ہی اکتفا کرنا نہیں بلکہ اسے مردوں پر بھی بالادستی عطا کرنا ہے۔ دوسری طرف اس واقعہ کا پس منظر اسلام کو درپیش عالمی چیلنجز سے بھی ملتا ہے جس میں 'تہذیبوں کا تصادم' جیسے نظریات پیش کئے گئے ہیں اور اسلام کو روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا سبق دینے کی کوششیں جاری ہیں۔ مسلمانوں کو سیاسی سطح پر مغلوب کرنے کے بعد ان کی طرف سے جس ردعمل کا اُنہیں اندیشہ رہتا ہے، اس میں دینی تحریکوں کا کردار بہت نمایاں ہوتا ہے۔ مزید برآں اگر مسلمانوں کی دینی اساسات کو طعنہ زنی اور ان کی عبادات کو تمسخر کا نشانہ بنا دیا جائے تو اسلام بطورِ دین متاثر ہوتا اور بے دینی کو راہ ملتی ہے۔

موجودہ واقعے میں کامل ترین دین 'شریعتِ محمدیہ' کو نشانہ بنا کر دیگر الہامی شرائع و ادیان پر

© rasailojaraid.com

بھی ضربِ کاری لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔ دنیا اس وقت دین سے وابستہ اور دین سے بیزار یا دوسرے لفظوں میں الہامی احکامات کے پیروکار اور انسان کے وضع کردہ قوانین کے علمبردار دو طبقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ان دونوں طبقوں میں بحث ومباحثہ کے کئی ایک موضوعات ہیں لیکن حالیہ واقعہ معاشرے میں عورتوں کے کردار اور مرد و زن کی دونوں صنفوں کے مابین نام نہاد مساوات کے تناظر میں پیش آیا ہے۔ اس واقعہ کے پس پردہ مقاصد میں عورتوں کی مادر پدر آزادی کی حمایت کرنا اور ان پر مردوں کو حاصل بعض انتظامی امتیازات کا انکار کرنا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس مقصد کے لئے جن خواتین کو منتخب کیا گیا، ان کی شناخت اور کردار اسی حوالے سے ماضی میں متنازعہ رہا ہے۔ ایسے ہی اس واقعہ کا انتظام وانصرام 'پروگریسو مسلم یونین' اور 'مسلم ویمن فریڈم' نامی پاکستانی تنظیموں نے کیا تھا۔

① نیویارک میں جن دنوں یہ ڈرامہ سٹیج کیا گیا، اس سے صرف ایک ہفتہ قبل اسی شہر میں 'بیجنگ + ۱۰ کانفرنس' کے نام سے چھٹی خواتین کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا تھا۔ یہ کانفرنس ۲۸ فروری سے ۱۱ مارچ تک نیویارک میں منعقد ہوئی۔ جس میں ماضی کی کانفرنسوں کی طرح اسلام میں خواتین کے حقوق کے بارے میں جارحانہ جذبات کا اظہار کیا گیا:

کویتی ہفت روزہ المُجتمع کی رپورٹ کے مطابق کانفرنس کے کل دس سیشن ہوئے جن کا مرکزی موضوع 'جنس اور مسلمان عورتوں پر ڈھایا جانے والا ظلم' تھا۔ بطورِ خاص دوسرے سیشن کا عنوان ہی یہ تھا کہ اسلامی معاشرے میں عورتوں پر ظلم وجور کا خاتمہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اس سیشن کا کلیدی خطاب افغان اباحیت پسند خاتون سکینہ یعقوبی کا تھا جس نے اس امر پر اصرار کیا کہ مسلمان عورتوں کو قرآنِ مجید کی تفسیر خود کرنا سکھایا جائے تاکہ وہ عورتوں کے حقوق از خود جان سکیں۔

کانفرنس کے اعلامئے کی چوتھی دفعہ میں کہا گیا کہ خواتین کے خلاف ہر قسم کے امتیاز کو مکمل طور پر ختم کیا جائے، چاہے قوموں اور ملکوں کے رسوم ورواج اور دینی عقائد کچھ بھی ہوں۔ صنفی مساوات کے نام پر مرد وعورت میں ہر طرح کی تفریق کو ختم کیا جائے اور مرد وزن کو ہر طرح کی ذمہ داریاں ادا کرنے کا بھرپور اختیار دیا جائے۔ (المجتمع: ۲/ اپریل ۲۰۰۵ء)

© rasailojaraid.com

② امریکہ میں جن دنوں یہ واقعہ ہوا، انہی دنوں سے امریکی پریس میں یہ بحث اسلام کے علاوہ دیگر الہامی ادیان مثلاً یہودیت وغیرہ سے بھی جاری ہے۔امریکہ میں مقیم خاتون کالم نگار محترمہ طیبہ ضیا نے اسی پس منظر کو روزنامہ نوائے وقت میں تفصیل سے پیش کیا ہے:

''ہر الہامی مذہب میں عبادت کی امامت مرد کرتا ہے۔ یہودیوں کے گرجا گھروں میں عبادت زیادہ تر اجتماعی طور پرادا کی جاتی ہے جس کے لئے کم از کم ۱۰ مردوں کا ہونا ضروری ہے، ان کا امام تورات کی اصل زبان عبرانی میں عبادت کراتا ہے، مرد اور عورتیں الگ الگ ہوتے ہیں، عورتوں کے لئے عبادت کا اہتمام بالکونی میں ہوتاہے۔عبادت میں اُنہیں برہنہ سر رہنے کی اجازت نہیں ہے اور عورتیں سر ڈھانپ کر ہی عبادت میں شریک ہوسکتی ہیں۔

عیسائیت بالخصوص کیتھولک فرقہ کے پہلے امام سینٹ پال بھی بائبل میں عورتوں کو شرم وحیا کی تعلیم دیتے ہیں اور اُنہیں اس بات سے آگاہ کرتے ہیں کہ وہ عبادت گاہوں میں خاموشی اختیار کریں۔عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔ وہ جو کچھ معلوم کرنا چاہتی ہے، گھر جا کر اپنے شوہر سے معلوم کرے۔

کچھ عرصہ قبل امریکہ میں چھ مردوں اور چھ عورتوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جسے بائبل کی غلطیاں درست کرنے کا فرض سونپا گیا تھا۔ان دانشوروں نے ماڈرن طبقہ کیلئے عورت و مرد کی مساوات کے نقطہ نظر سے بائبل میں ترمیم کی۔ اس طبقہ کو خدا کے مذکر ہونے پر بھی اعتراض ہے۔ امریکہ سے پھوٹنے والی اس وبا نے بھی نام نہاد مسلم دانشوروں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ بائبل میں جہاں خدا کے لئے He، لارڈ یا فادر کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہاں 'گاڈ' کہنے پر گزارا کیا جارہا ہے۔سینٹ پال کے جملے کہ ''بیویوں کو اپنے شوہر کی اس طرح اطاعت کرنی چاہئے جس طرح خدا کی اطاعت کرتی ہیں'' کو بھی حذف کردیا گیا ہے۔

یہودیوں کے ہاں لبرل طبقہ نے بھی اپنی مرضی کی تورات ترتیب دے رکھی ہے۔ جہاں خدا کو مذکر ظاہر کیا گیا ہے، اس کی بجائے 'ابراہیم کا خدا، اسحٰق کا خدا، یعقوب کا خدا' استعمال کیا جارہا ہے۔ جہاں 'خدا کے بیٹے' کا تذکرہ آتا ہے، وہاں 'خدا کی اولاد' لکھا جاتا ہے۔اس طرح مغرب کی لادین، مادر پدر آزاد عورت نے مرد کی تخلیق کے حسد کا غبار نکالا۔عورت کی امامت کے حالیہ فتنہ کے پیچھے بھی اہل کتاب کے اسی طبقہ کا ہاتھ ہے۔

خدا کے مذکر ہونے کا اعتراض کرنے والوں کو جیزز (حضرت عیسیٰؑ) کے مرد ہونے پر بھی

www.KitaboSunnat.com

صدمہ ہے۔ تمام پیغمبر مرد تھے، خدا مؤنث ہوتا تو پہلے حواؑ کو جنم دیتا اور اس کی پسلی سے آدمؑ کو پیدا کرتا۔ مردکو حاکمیت و امامت دینے والا خدا یقیناً مذکر ہے جس نے آدمؑ کی پیدائش کی اور اس کی پسلی سے عورت کو پیدا کیا۔'' (روزنامہ نوائے وقت: کالم 'فتنہ' ۲/اپریل ۲۰۰۵ء)

◉ روزنامہ پاکستان میں اسی موضوع پر شائع شدہ ایک مضمون میں سیکولر دانشور ڈاکٹر مہدی حسن نے بھی اسی بات پر اعتراض کیا ہے:

''مذہب میں مردوں کی بالا دستی کا معاملہ صرف اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ عیسائیت ، یہودیت اور اسلام تینوں الہامی مذاہب میں مردوں کو واضح برتری حاصل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مذاہب جس دور میں 'متعارف' کرائے گئے وہ مردوں کی بالا دستی کے ادوار تھے۔''

③ پیش نظر واقعہ میں بھی اصل مسئلہ صرف عورت کی امامت کا نہیں ہے کیونکہ عورت کی عورتوں کے لئے امامت کی تو اسلامی شریعت میں بھی اجازت پائی جاتی ہے، بلکہ اصل امر عورتوں کا مردوں کی برتری کو چیلنج کرنا ہے۔ کیونکہ اسلام نے عورت کو مساجد کی بجائے گھروں میں نماز ادا کرنے کی زیادہ ترغیب دی ہے۔ معاشرے میں ان کی زیادہ چلت پھرت کو ناپسند سمجھنے اور ان کی پُرکشش آواز وزینت کو چھپانے کی غرض سے اسلام نے عورت کے لئے اذان بھی منع قرار دی ہے اور مردوں کے برعکس ان کے لئے مردوں کے ساتھ باجماعت نماز بھی ضروری نہیں ٹھہرائی۔

جہاں تک خواتین کی مساجد کا تعلق ہے تو ماضی کے برعکس اس دور میں یہ کاوشیں بھی آئے روز بڑھتی جارہی ہیں۔ ہندوستان میں مالا بار کے علاقے میں مسلم خواتین اپنی علیحدہ مسجد بنا رہی ہیں، چینی حکومت کے قائم کردہ ادارے 'اسلامک ایسوسی ایشن آف چائنا' کے زیر اہتمام چین میں بھی ایک مسجد النساء کا افتتاح ہوچکا ہے جس میں حجاب اور نقاب کی پابند جن میہا نامی عورت امامت کراتی ہے۔ ایسے ہی ہالینڈ کے دار الحکومت ایمسٹرڈیم میں بھی خواتین کی ایک مسجد کا افتتاح کیا جاچکا ہے لیکن اس کا کیس وہاں کی عدالت میں چل رہا ہے۔

اسلامی تاریخ میں ایسی مساجد کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا البتہ عام مساجد کے ساتھ خواتین کی نماز کے لئے مخصوص حصے ضرور موجود رہے ہیں اور اب بھی پاک و ہند کے بعض مخصوص مسالک کے علاوہ خلیجی ممالک میں بکثرت اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ایسے مقام پر خواتین اپنی

www.KitaboSunnat.com

نمازوں کے لئے جمع ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں لیکن اسے ایک عام مسجد کی حیثیت دینا اور اس میں خواتین کا خطبہ جمعہ وغیرہ پڑھنا یا اذان دینا وغیرہ بالکل اجنبی امر ہے کیونکہ اسلام کی رو سے مسجد صرف نماز باجماعت ادا کرنے کی جگہ کو نہیں کہتے بلکہ وہ مسلم معاشرے کا مرکز بھی ہوتا ہے جس میں ان کے قومی وملی مسائل حتیٰ کہ حکومتی اور عدالتی مسائل بھی حل کئے جاتے رہے ہیں۔ اسلامی مساجد عسکری تربیت کے علاوہ تعلیم وتدریس کا مرکز بھی رہی ہیں، اس لئے ایسی مساجد کو معروف معنوں میں مساجد نہیں کہا جاسکتا اور ان سے گریز ہی کرنا چاہئے، البتہ خواتین اپنے طور پر کوئی جگہ نماز کیلئے طے کرنا چاہیں تو اس کی گنجائش ضرور پائی جاتی ہے۔

ہمارے پیش نظر واقعہ میں اصل مسئلہ عورت کی عورتوں کے لئے امامت کا نہیں بلکہ عورت کی مردوں کی امامت وقیادت کا ہے۔ گویا اس واقعہ کے ذریعے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ اسلام میں صرف مرد ہی عورت کی قیادت کا اہل نہیں بلکہ صنفی مساوات کے ناطے عورتوں کو بھی مردوں کی ہر میدان میں قیادت کا حق حاصل ہے۔

☜ مزید برآں اس واقعے میں کئی اسلامی احکامات کا مذاق اُڑایا گیا ہے، اس کے بعد اسے محض عورت کی امامت کا مسئلہ قرار دینا مناسب نہیں۔ جہاں تک عورتوں کے مردوں کے ساتھ صف بندی کا تعلق ہے یا ننگے سر نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے یا عورتوں کا چست لباس پہننا اور بے حجابی اختیار کرنا یا گرجا گھر میں مجسّموں کی موجودگی میں نماز ادا کرنا اور عربی کی بجائے انگریزی زبان میں نماز پڑھنا، تو ان تمام اُمور کے ناجائز ہونے کے بارے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ باتیں اسلام کی مسلمہ تعلیمات سے انحراف ہی ہیں، اس کے بعد اس کو ایک جزوی فقہی مسئلہ بنانا یا اس میں مسلمانوں کے داخلی اختلافات کی جستجو کرکے اسے پیش کرنا اسلام کی کونسی خدمت ہے؟

ان باتوں کو عالمی میڈیا پر لانے اور اُنہیں زیر بحث بنانے کا اس کے سوا کوئی مقصد نہیں کہ اسلامی تعلیمات کو بدنام کیا جائے اور اسلامی شعائر جمعہ یا جماعت کا تمسخر اُڑایا جائے۔ یہ کوئی فقہی اختلاف کا مسئلہ نہیں ہے کہ جس میں مسلمانوں کی اختلافی آرا ڈھونڈ کر کوئی گنجائش نکل سکتی ہو بلکہ یہ واقعہ اپنی مجموعی صورتحال کے لحاظ سے اسلام کا استہزا اور اسے بدنام کرنے کی

© rasailojaraid.com

کوشش ہے جس کے مرتکب افراد کو کم سے کم الفاظ میں بھی 'لادین' قرار دیا جاسکتا ہے۔

روزنامہ انصاف میں ۱۶ رمئی کو مولانا محمد اسمٰعیل لکھتے ہیں :

''یہ نماز اللہ کے ہاں مقبول یا نامقبول ہونے کے لئے پڑھی ہی نہیں گئی بلکہ اس کا مقصد تو حیا اور پردے کے سنہرے احکامات کا مذاق اڑانا تھا اور وہ حاصل ہوگیا۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امینہ ودود نے امامت اس لئے کرائی کہ وہ ایک نماز کے بجائے ۲۵ نمازوں کے اجر کی طالب ہے؟ یا اسریٰ نعمانی نے اس امامت کی نماز کے علاوہ کوئی اور نماز بھی کبھی پڑھی ہے یا اس امامت کے علاوہ اسلام کی کوئی اور اطاعت بھی کبھی کی ہے یا اس کا کوئی حکم عملاً مانا ہے؟''

مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ ہمارے ہاں ہمیشہ سے ایسے لوگ رہے ہیں جو اسلام کی مقدس تعلیمات کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی بجائے اسلام دشمنوں کی سازشوں کو خود اسلام سے سند جواز مہیا کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک علم وتحقیق کی معراج ہی یہ ہے کہ دوسروں کے اعتراضات کو جائز ثابت کرنے کے لئے اپنے ہاں سے بھی شاذ و نادر باتیں ڈھونڈ کر ان کی تائید میں پیش کردی جائیں۔ پاکستان میں یہ افسوسناک کردار مسٹر جاوید احمد غامدی کا حلقہ اشراق کررہا ہے۔

ذرائع ابلاغ میں امریکہ کی یہ پالیسی واضح طور پر آچکی ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے دین دار طبقہ کے بالمقابل آزاد فکر دانشوروں کی ہر ذریعہ سے مدد کی جائے اور خود سامنے آنے کی بجائے مسلمانوں کے مقابلے میں بظاہر انہی جیسے آزاد خیال مسلمانوں کو لایا جائے۔ یہ بات بھی امریکی پالیسی میں شائع ہوچکی ہے کہ حدیثِ نبوی پر زیادہ سے زیادہ اعتراضات کو ہوا دی جائے اور عورتوں کے حقوق کے بارے میں بڑھ چڑھ کر اسلامی نظریات پر شبہات واعتراضات پیش کئے جائیں۔

(دیکھیں 'روشن خیالی کے امریکی سرچشمے': 'محدث' جنوری ۲۰۰۵ء)

اس امر کی نشاندہی افسوسناک ہے کہ جاوید احمد غامدی کا یہ حلقہ ان دونوں میدانوں میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات کو اُبھارنے میں نمایاں کردار پیش کرنے میں کوشاں ہے۔

جناب غامدی کا اس روشن خیالی اور اعتدال پسندی کو مہمیز لگانے کا کردار اس طرح بھی اہمیت

© rasailojaraid.com

اختیار کرتا جارہا ہے کہ وہ دو سے زائد بار جنرل پرویز مشرف سے علیحدگی میں خصوصی ملاقات کرچکے ہیں اور خود امریکی سفیر بھی اس سلسلے میں ان کے گھر آچکے ہیں۔ یہ باتیں حلقہ اشراق میں عام پھیلی ہوئی ہیں۔ پاکستان میں روشن خیالی کا پرچارک ٹی وی چینل 'جیو' بطورِ خاص مسٹر جاوید غامدی کو نمائندگی دے رہا ہے اور ایک پرائیویٹ چینل 'آج' تو گویا انہی کے افکار کے لئے مخصوص ہے۔ انگریزی اخبار 'ڈان' میں اشتہارات شائع کرانے پر اس قدر اخراجات اُٹھتے ہیں کہ کوئی مذہبی تنظیم اس کی متحمل نہیں ہوسکتی لیکن جناب غامدی کے اوّلین صفحہ پر نصف صفحہ کے اشتہار اس اخبار میں تواتر سے شائع ہوتے ہیں جس میں ان کے ٹی وی پروگرام دیکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ گذشتہ سالوں میں ادارۂ اشراق لاہور سے کراچی تک پہنچ پایا تھا، ان ملاقاتوں کے بعد ان کی سرگرمیاں ۵ شہروں جن میں ملتان بطورِ خاص شامل ہے، تک پہنچ چکی ہیں جہاں بڑی تعداد میں ان کا لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے۔

بظاہر دینی سرگرمیاں کسی تنظیم کے لئے شرمندگی کی بجائے باعثِ افتخار ہونی چاہئیں لیکن جب حلقہ اشراق کے پیغام اوران کی تحقیقات کا مرکزی نکتہ تلاش کیا جاتا ہے تو وہ تمام تر ایسے ایشوز ہیں جو عالمی استعمار کے اسلام کے خلاف ایجنڈے کی تبلیغ کرتے ہیں، ان کی تحقیق کی تان بھی انہی کی ہم نوائی پر آکر ٹوٹتی ہے۔

اب یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ عام اسلامی تحریکوں کے برعکس جناب غامدی اسامہ بن لادن کو دہشت گرد، طالبان کو ظالم اور امریکی اقدامات کو برحق سمجھتے ہیں۔ ان کی نظر میں فلسطینی عوام کا کردار بھی دہشت گردانہ ہے۔ جہاد کو وہ منسوخ تو نہیں کہتے لیکن جہاد کے لئے جن شرائط کو وہ پیش کرتے ہیں، اس کے بعد عملاً جہاد کا حکم منسوخ ہوجاتا ہے۔ عورت کا پردہ اور حجاب، تصویر و مجسمہ سازی کو جائز قرار دینا، رقص و سرود کا جواز بلکہ نبی کریمؐ و صحابہ کرامؓ پر رقص و سرود کا الزام عائد کرنا، سیاسی طور پر بیت المقدس کو یہودیوں کے حوالے کردینا وغیرہ ان کے ایسے علمی و تحقیقی کارنامے ہیں جن سے اس درخت کا پھل بخوبی پہچانا جاسکتا ہے۔

حلقہ اشراق کی تازہ ترین کاوش اسی عورت کے امامت کے مسئلہ پر ڈاکٹر امینہ ودود اور اسریٰ نعمانی کے کارنامے کی حمایت میں سامنے آئی ہے۔ ایسے اہل فکر وتدبر کو اس واقعے میں

© rasailojaraid.com

کئی ایک اسلامی تعلیمات سے انحراف تو نظر نہیں آتے بلکہ بڑی سادگی سے وہ اس جماعت کی امامت کرانے والی عورت پر 'نیک وپارسا' ہونے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں جو ان تمام تر انحرافات کو قائم کرنے کا سبب بنی ہے۔

اس موضوع پر اخبارات وجرائد میں بیسیوں مضامین شائع ہوئے ہیں مگر کسی ایک محقق یا عالم نے بھی ایسی امامت کا جواز کشید نہیں کیا۔لیکن اشراق نے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کے لئے نادر اقوال، باطل احتمالات اور دور از کار تاویلات کی بنا پر اسلامی ذخیرۂ علم کے کونے کھدروں سے اس کا جواز کھینچ ہی نکالا ہے۔

یہ بحث خالصتاً دینی اور لادینی طبقات کی بحث تھی، تحریکِ نسواں کے علمبرداروں نے ہی اپنے مقاصد کے لئے اِسے اٹھایا تھا لیکن حلقہ اشراق نے تمام تر پس منظر اور پیش منظر کو نظرانداز کرتے ہوئے پہلے اسے صرف ایک نکتہ پر مرکوز کیا پھر اسے ایک فقہی بحث بنادیا اور مسلمانوں کا فقہی اختلاف نکال کر گویا اس کا جواز ثابت کرنا شروع کردیا۔

عالمی میڈیا کی اس بحث میں غیر معمولی دلچسپی گذشتہ دنوں سامنے آچکی ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہیں اس امر سے کیا دلچسپی ہے کہ فقہ اسلامی میں کیا چیز جائز ہے اور کیا حرام؟ ان کی دلچسپی کی واحد وجہ اسلام کی بطورِ دین ہزیمت کرانا اور لبرل وسیکولر طبقہ کا دین کے اہم شعارات کا مذاق اُڑانا ہے۔ اس لئے ہمیں اس امر سے ہی اختلاف ہے کہ اس معاملے کو مکمل پس منظر میں دیکھنے کی بجائے اسے فقہی اختلاف کا موضوع بنالیا جائے۔

محدث کے حالیہ شمارے میں شائع ہونے والے مضامین اسی مضمون کے ردّعمل میں لکھے گئے ہیں جو اشراق نے مئی ۲۰۰۵ء کے شمارہ میں شائع کیا ہے اور جس میں اُنہوں نے ہر ممکنہ طریقہ سے عورت کی امامت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔

عورت کی امامت کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کا موقف تو ان فاضل علماء کرام کے مضامین کے بعد نکھر ہی جائے گا، لیکن حلقہ اشراق کی اسلام پر اعتراض کرنے والوں سے ہم نوائی ایک بار پھر کھل کر سامنے آگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کے لئے مخلصانہ طور پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین! (حافظ حسن مدنی)

©rasaeljaraid.com

www.KitaboSunnat.com

عورت کی امامت کا ایک ظریفانہ نقشہ

بھلا تصور تو کیجئے اس معاشرہ کا جہاں عورت مردوں کی امام ہو، معلوم ہوا کہ مقتدیوں کی بھیڑ مسجد میں صرف اس وجہ سے ہورہی ہے کہ 'ملکہ حسن' ان کی امامت کررہی ہے اور تمام مقتدی اللہ کے حضور میں اللہ کی رضا کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اپنی دیدہ زیب 'امامہ صاحبہ' کی دل فریب مسکراہٹ اور مترنم 'السلام علیکم ورحمتہ اللہ' سننے کے لئے بے تاب کھڑے ہیں۔ نماز سے فراغت کے بعد امامہ صاحبہ کو پانے کے لئے ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اُٹھے ہوئے ہیں کچھ بیٹھے اپنی امامہ صاحبہ پر دلچسپ پھبتیاں کس رہے ہیں، امامت کا تقدس مجروح ہورہا ہے، 'نماز' کیا؟ خواتین کے مشاعرہ سے بھی بدتر ماحول ہے جس میں کسی کے سلام کی داد دی جارہی ہے تو کسی کے اندازِ نماز کی۔

اور پھر یہ تصویر بھی ملاحظہ کیجئے، فجر میں امامہ صاحبہ نے خوش الحانی کے ساتھ تلاوت فرمائی معلوم ہوا کہ ظہر سے چھ دنوں کے لئے سلسلہ بند۔ ہر مہینے چھ دن کی نمازوں میں مقتدی بغیر امامہ صاحبہ کے نماز ادا کررہے ہیں، سال دو سال میں معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ چالیس دن تک کے لئے منقطع ہوگیا، چالیس دن بعد امامہ صاحبہ تشریف لائیں تو گود میں ایک خوبصورت منے میاں ہم ہمارہے ہیں۔ امامہ صاحبہ نے فجر کی نیت باندھی، ابھی الحمدللہ شروع ہی کی تھی کہ بچے نے رونا شروع کردیا، کسی نہ کسی طرح الحمد پوری کی تو بچے نے سپیڈ پکڑی، امامہ صاحبہ نے عم یتساء لون کی جگہ قل ھو اللہ سے کام چلا کر اُٹھک بیٹھک کرائی اور سلام پھیرتے ہی بچے کو سینے سے لپٹا کر اس کے پیٹ بھرنے کا انتظام کیا۔ مقتدی سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، نہ جانے امامہ صاحبہ کے اس عمل پر پڑھ رہے یا فجر کے بعد کے معمول کے مطابق پڑھی جانے والی تسبیح کا ورد کررہے ہیں، کیا اس طریقہ کی نماز میں کسی تقدس کا ادنیٰ بھی امکان ہوسکتا ہے؟

شریعتِ اسلامیہ نے عورتوں کی جسمانی وروحانی نزاکتوں کے پیش نظر اُنہیں نماز جیسی اہم عبادت جماعت کے ساتھ پڑھنا لازمی قرار نہیں دیا، نہ ہی ان پر جمعہ کی نماز فرض کی گئی ہے نہ جانے کیوں چودہ سو سال بعد پروفیسر امینہ ودود اور اسریٰ نعمانی جیسی خواتین کے دماغ میں یہ سودا سمایا کہ وہ جمعہ کی نماز نہ صرف پڑھیں بلکہ پڑھائیں بھی اور وہ بھی صرف عورتوں کو ہی نہیں بلکہ مردوں کو بھی، یہ لازمی بات ہے کہ یہ 'سودا' سمایا نہیں بلکہ سموایا گیا ہے۔ کیا مساوات کے اظہار کا یہی طریقہ ہے کہ باجماعت نماز کی امامت کرلی جائے؟ (ماہنامہ 'فیصل' دہلی: مئی، ص ۱۰،۱۱)